Majallah-yi Talim o Tahqiq

مجلہ تعلیم و تحقیق

Markaz Talim o Tahqiq, Gulshan-e-Taleem,
Sector H-15, Islamabad, Pakistan

مرکز تعلیم و تحقیق، گلشنِ تعلیم، ایچ۔۱۵، اسلام آباد، پاکستان

ISSN (P): 2618-1355, **ISSN (Online):** 2618-1363

Issue 1,Vol 5, January-March,2023

شمارہ ۱، جلد ۵، جنوری—مارچ، ۲۰۲۳

”التحریروالتنویر“اور”صفوۃالتفاسیر“کی روشنی میں سورۃ یٰسٓ میں وارد بلاغی امور کا جائزہ

REVIEW OF THE RHETORICAL MATTERS CONTAINED IN SŪRAH YĀSĪN IN THE LIGHT OF “AT TAH̲RĪR WA AT TANWĪR” AND “S̲AFWAH AT TAFĀSĪR”

Marwa Iqbal[1]

Prof. Dr. Haris Mubeen[2]

Abstract:

The Holy Qur’an is not only guidance for the world but also an excellent model of rhetoric and eloquence. Rhetoric is the art of using language for persuasion in speaking or writing, especially in oratory. From the revelation of the Qur’an up till now, the exegetical writers of the Qur’an have given this miraculous aspect of the Quran careful attention. There are two famous and modern exegeses as Muhammad ‘Alī As̲ S̲ābūnī’s “S̲AFWAH AT TAFĀSĪR” and Muhammad At̲ T̲āhir Ibn ‘Āshūr’s “AT TAH̲RĪR WA AT TANWĪR” in which, they shed light on the rhetorical aspects of the verses. Therefore, I will discuss Surah Yasin’s explanations in Urdu so that every teacher and learner of the Qur’an can get to their true meaning.

Keywords:

Rhetoric, S̲AFWAH AT TAFĀSĪR, Ibn ‘Āshūr, AT TAH̲RĪR WA AT TANWĪR, As̲ S̲ābūnī

[1] Ph.D. Scholar,Sheikh Zayed Islamic Center, Punjab University, Lahore, Pakistan

[2] Professor,Sheikh Zayed Islamic Center, Punjab University, Lahore, Pakistan

قرآن کریم اللہ کی آخری کتاب ہے، جو قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے راہِ ہدایت ہے۔ اللہ تعالی کا یہ دستور رہا ہے کہ جس زمانے میں بھی کسی پیغمبر کو مبعوث کیا گیا اس زمانے میں رائج چیزوں کو بطور چیلنج معجزے کی صورت میں انبیا کو عطا کیا گیا، جیسے موسیٰؑ کو اس زمانے میں رائج جادو گری کے مقابلہ کے لیے عصا کا معجزہ عطا کیا گیا، حضرت عیسیٰؑ کو شفائے کیمیا عطا کیا گیا، اسی طرح نبی کریم ﷺ کو قران حکیم کی صورت میں زبان وبیان کا معجزہ عطا کیا گیا، کیوں کہ عرب اقوام زبان وبیان کی سحر انگیزی میں مبتلا تھیں، انہیں زبان وبیان کے ذریعے مبہوت کیا گیا۔ اگرچہ قرآن کریم کی وجوہِ اعجاز بہت سی ہیں، جہاں یہ معانی ومطالب کا گنجینہ ہے، وہیں فصاحت وبلاغت کا ایسا نمونہ ہے جس کی ہمسری کی جاسکتی ہے نہ مشابہت۔ قرآن کریم کے نزول سے لے کر اب تک مفسرینِ قرآن تفسیر کرتے ہوئے اس اعجازی پہلو کو اپنا خاص اُسلوب بناتے رہے ہیں۔ شیخ صابونی کی "صفوۃ التفاسیر "اور علامہ ابن عاشور کی "التحریر والتنویر" دورِ جدید کی دو مشہور تفاسیر ہیں جس میں میں انہوں نے آیات قرآنی کی تفسیر کرتے ہوئے اُن کے بلاغی پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ اِن تفاسیر میں سے بطور نمونہ سورۃ یٰس میں جو بلاغی امور ذکر کئے گئے ہیں انہیں اس مقالے میں پیش کیا گیا ہے۔

التحریر والتنویر از محمد الطاہر ابن عاشورؒ (۱۸۷۹ء۔ ۱۹۸۴ء)

علوم قرآن کی اس نوع پر ہر دور کے علماء نے بہت کام کیا ہے اور مفسرین نے قرآن کی تفسیر کرتے ہوئے اسے اپنا خاص اسلوب بنایا ہے۔ دورِ جدید کے ان مفسرین میں سے ایک بہت اعلیٰ پائے کے مفسر علامہ ابن عاشور تیونسی (۱۸۷۹ء۔ ۱۹۸۴ء) بھی ہیں جنہوں نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف "التحریر والتنویر" میں آیات قرآنیہ کی بلاغی وضاحت کو اپنا خاص اسلوب بنایا ہے بلکہ ان کی تفسیر کو اگر بلاغی کہا جائے تو یہ غلط نہ ہوگا۔

آپ اپنی تفسیر کے مقدمہ میں فرماتے ہیں کہ قرآن حکیم کے معانی اور مقاصد بہت سے فنون کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں اور بہت سے مفسرین نے ان میں سے بعض فنون پر توجہ دی ہے لیکن قرآن حکیم کے فنون میں سے ایک فن ایسا ہے جس کے دقائق اور نکات سے اس کی کوئی آیت خالی نہیں اور وہ بلاغت کے دقائق کا فن ہے اس پر مفسرین نے اتنی توجہ نہیں دی جتنی دوسرے فنون پر دی اس لیے میں نے التزام کیا ہے کہ حتی الامکان اس فن کے نکات پر تنبیہ کرنے سے غافل نہ رہوں گا اور میں نے اپنی اس تفسیر میں وجوہ اعجاز، نکات بلاغت کا اہتمام کیا ہے۔[3]

صفوۃ التفاسیر از شیخ محمد علی صابونیؒ (۱۹۳۰ء۔ ۲۰۲۱ء)

یہ شیخ محمد علی صابونی کی شہرہ آفاق تصنیف ہے جو انہوں نے متقدمین کی تفاسیر میں سے اخذ کر کے تالیف کیا ہے اور وہ اپنی اس تفسیر میں آیات کی تفسیر کرتے ہوئے امورِ بلاغت پر علیحدہ سے باب باندھتے ہیں۔ انہیں اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

شیخ صابونی صفوۃ التفاسیر کے مقدمے میں رقم طراز ہیں:

> جب معاش کی فکروں نے مسلمانوں کو گھیر رکھا ہے اور بڑی بڑی تفسیروں تک رسائی کیلئے ان کے پاس وقت نہیں ہے جو ہمارے اسلاف نے کتاب اللہ کی خدمت کیلئے لکھیں تھیں جس میں انہوں نے آیات کی تفصیلاً وضاحت کی اور اس کی بلاغت کو ظاہر کیا تو

(3) محمد طاہر ابن عاشور، تفسیر التحریر والتنویر (مؤسسۃ التاریخ، بیروت۔ لبنان)، ج ۱، ص ۸

آج کے علماء کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ لوگوں کے قرآن سمجھنے کو آسان بنانے کیلئے کوششیں کریں اور ایک ایسا اُسلوب اختیار کریں جو طوالت، فنی پیچیدگیوں، بیانی فصاحتوں اور بلاغتوں کے تکلفات سے خالی ہو۔ اسی لیے میں نے ایسی تفسیر لکھنے کا عزم کر لیا جو عصرِ حاضر کی روح کے مناسب ہو اور آج کے اس مہذب اور تعلیم یافتہ نوجوان کی تفسیر کو جاننے کی ضرورت کو پورا کر سکے۔[4]

جس طرح قرآن کا مکمل اعجاز فنونِ بلاغت سے آگاہی کی صورت میں ہی سمجھ آتا ہے، اُسی طرح اِس سے ناواقفیت، فہمِ مرادِ خداوندی میں دشواریوں کا بھی باعث بنتا ہے۔ لٰہذا قرآن کے صحیح فہم کے لئے علومِ بلاغت سے آگاہی بھی ضروری ہے۔

فصاحت وبلاغت

فصاحت: (لغوی معنی) **اَلْفُصْحُ** کے معنی کسی چیز کے ہر قسم کی آمیزش سے پاک ہونے کے ہیں۔ **"افصح الصبح"** صبح کا روشن اور نمودار ہونا۔[5] فصاحت سے مراد گفتگو میں ایسے الفاظ استعمال کرنا جو صاف ہوں، ظاہر ہوں، سنتے ہی بات فوراً سمجھ میں آجائے اور اِن کے عمدہ ہونے کی وجہ سے اُدباء اور شعراء کے درمیان بکثرت استعمال ہوتے ہوں۔[6]

بلاغت: (لغوی معنی) مقصد اور منتہیٰ کی آخری حد تک پہنچنا۔[7]

(اصطلاحی معنی) بلاغت سے مراد اُن ادبی قواعد کو جاننا، جس کے ذریعے متکلم عظیم واضح معنی کو ایسی فصیح عبارت میں ادا کرنے پر قادر ہو جائے جو مقتضائے حال کے مطابق ہو اور محسّناتِ ذاتیہ وعرضیہ (ظاہری وباطنی خوبصورتی) سے مزین ہو۔[8]

علم فصاحت وبلاغت تین علوم پر مشتمل ہوتے ہیں۔

۱۔ علم المعانی ۲۔ علم البیان ۳۔ علم البدیع

علم المعانی: وہ علم ہے جس کے ذریعہ عربی لفظ (مفرد ومرکب) کے وہ احوال معلوم ہوں، جن احوال کے ذریعے مقتضائے حال (مخاطب کی حالت کے تقاضے) کے مطابق ہو جائے۔[9]

علم المعانی کے آٹھ ابواب ہیں۔

۱۔ خبر، انشاء ۲۔ تعریف، تنکیر ۳۔ تقدیم، تاخیر ۴۔ ذکر، حذف

---

(4) محمد علی الصابونی، مقدمہ، صفوۃ التفاسیر، (دار الصابونی، للطباعۃ والنشر والتوزیع، القاہرۃ، ۱۹۹۷ء)، ج۱، ص۲۲

(5) امام راغب اصفہانی، مفردات القرآن، (اسلامی اکیڈیمی، الفضل مارکیٹ، اردو بازار لاہور)، ج۲، ص۲۴۲

(6) ابو القاسم محمد الیاس گڈھوی، اجرائے بلاغت قرآنیہ مع بدیع القرآن، (ادارۃ الصدیق، ڈابھیل، گجرات (الہند)، ۱۴۳۷ھ)، ص۲۱

(7) راغب اصفہانی، مفردات القرآن، ج۱، ص۱۳۹

(8) ابو القاسم محمد الیاس گڈھوی، اجرائے بلاغت قرآنیہ مع بدیع القرآن، ص۲۶

(9) حوالہ بالا، ص۳۱

۵۔اطلاق، تقیید　　۶۔قصر　　۷۔وصل و فصل　　۸۔ایجاز، اطناب و مساوات

علم البیان: وہ علم ہے جس کے ذریعہ ایک معنی و مفہوم کو مختلف طریقوں سے ادا کرنے کا سلیقہ معلوم ہو جائے، جن میں سے بعض معنی مرادی پر دلالت کرنے میں دوسرے بعض کے مقابلہ میں اجلیٰ و اوضح ہوں۔

علم بیان میں تین چیزوں سے بحث کی جاتی ہے: تشبیہ، مجاز، کنایہ[10]

علم بدیع: وہ علم ہے جس کے ذریعہ فصیح و بلیغ کلام میں حسن پیدا کرنے کے طریقے معلوم ہوں۔

کلام میں حسن پیدا کرنے کی دو صورتیں ہیں، جن کو محسّنات جوہریہ و محسِّنات عرضیہ سے تعبیر کر سکتے ہیں یا محسنات اصلیہ، محسنات ضمنیہ سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔

محسنات جوہریہ، اس کے طریقے: تشبیہ، استعارہ، مجاز، کنایہ، ایجاز، اقسام اطناب اور مساوات ہیں، جن کا ذکر بلغاء حضرات علم بیان و معانی کے ضمن میں کرتے ہیں اور محسنات عرضیہ کی دو صورتیں ہیں: محسنات لفظیہ، محسنات معنویہ، جن کا بیان علم البدیع میں کیا جاتا ہے۔[11]

علم بدیع کی مختلف صورتیں یہ ہیں: طباق، مراعاۃ النظیر، لف و نشر، عکس، مبالغہ، مدح و ذم، استطراد، التفات، جناس، سجع اور رد العجز علی الصدر

"التحریر والتنویر" اور "صفوۃ التفاسیر" کی روشنی میں سورۃ یٰس میں وارد بلاغی امور کا جائزہ

دور حاضر کی ان دونوں تفاسیر میں بلاغی امور کو خاص طور پر مد نظر رکھا گیا ہے۔ مقالہ ہذا میں صرف سورہ یٰس میں مذکور بلاغی مباحث کا احاطہ کیا گیا ہے۔ سورۂ مذکورہ کی مختلف آیات کی تفسیر کرتے ہوئے فاضل مفسرین نے جن بلاغی مباحث اور اصطلاحات کو قلم بند کیا ہے، انہیں زیب قرطاس کیا جاتا ہے:

﴿وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ﴾ (یٰس ۳۶:۲)

قرآن کی قسم اللہ کے نزدیک اس کی قدر و منزلت اور عظمت سے کنایہ[12] ہے۔[13]

﴿إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ۔۔۔إِنَّا إِلَيْكُمْ مُرْسَلُونَ﴾: میں اِنَّ اور لام کے ساتھ تاکید لائی گئی ہے اور اس قسم کو انکاری کہتے ہیں۔[14]

﴿عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ (یٰس ۳۶:۴)

---

(10) حوالہ بالا، ص ۲۳۰

(11) حوالہ بالا، ص ۲۹۱

(12) وہ لفظ ہے جس کو بول کر اس کے معنی موضوع لہ کے لزوم کو مراد لیا گیا ہو۔ (اجرائے بلاغت، ص ۲۸۱)

(13) محمد الطاہر ابن عاشور، تفسیر التحریر والتنویر، ج ۲۲، ص ۱۹۰

(14) محمد علی الصابونی، صفوۃ التفاسیر، ج ۳، ص ۱۲

صراط میں تنکیر اس کی عظمت تک پہنچنے کے لئے ہے۔[15]

﴿إِنَّا جَعَلْنَا فِي أَعْنَاقِهِمْ أَغْلَالًا فَهِيَ إِلَى الْأَذْقَانِ فَهُمْ مُقْمَحُونَ﴾(یس۳۶:۸)

إِنَّا جَعَلْنَا فِي أَعْنَاقِهِمْ أَغْلَالًا: میں استعارہ تمثیلیہ[16] ہے۔ کفار کے ہدایت اور ایمان سے رکے رہنے اور انکار کرنے کی حالت کو ایسے شخص کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جس کے ہاتھ گردن کے ساتھ بذریعہ طوق باندھ دیے گئے ہوں اور اس کا سر اوپر اٹھا ہو۔ نہ وہ نیچے دیکھ سکتا ہو اور نہ ہی دائیں بائیں۔ اسی طرح ایسے شخص کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جس کے تمام راستے مسدود ہو جائیں اور وہ راہ ہی نہ پاتا ہو اور یہ تشبیہ استعارہ تمثیلیہ کے طور پر ہے۔[17]

﴿وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ﴾(یس۳۶:۹)

الاغشاء: غشی کا طاری ہونا۔ اور وہ ہے جو کسی چیز کو ڈھانپ لیتی ہے یعنی ہم نے ان کی آنکھوں کو ڈھانپ دیا ہے۔ پس کلام میں حذف مضاف ہے جس پر سیاق دلالت کرتا ہے۔ یہ مجاز مرسل کی ایک صورت ہے۔

﴿فهم لا يبصرون﴾ میں مسند فعلی کا مسند الیہ پر مقدم ہونا، حکم کی تقویت کا فائدہ دیتا ہے یعنی ان کی عدم بصارت کو ثابت کرتا ہے۔[18]

مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ: میں طباق ہے۔[19]

﴿وَسَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ﴾(یس۳۶:۱۰)

اس آیت میں ہمزہ تسویہ[20] استفہام کیلئے ہے جو کہ مجاز مرسل کے طور پر استعمال ہوا ہے۔[21]

أَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ: میں طباق سلب[22] ہے۔[23]

﴿إِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمَنَ بِالْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَأَجْرٍ كَرِيمٍ﴾ (یس۳۶:۱۱)

---

(15) ایضًا

(16) وہ مجاز مرکب ہے جس میں ایک جملہ تشبیہ کے علاقے کی وجہ سے اپنے معنی موضوع لہ کے علاوہ دوسرے معنی میں مستعمل ہو۔ کسی ایسے قرینے کے ساتھ جو معانی موضوع لہ مرد الینے سے مانع ہو۔ ایک چیز کو دوسری چیز سے تشبیہ دینا استعارہ کے اُسلوب پر ہو تو اُسے تمثیلیہ کہتے ہیں۔ (اجرائے بلاغت، ص۲۶۹۔۲۷۰)

(17) محمد علی الصابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۳، ص۱۲

(18) محمد الطاہر ابن عاشور، تفسیر التحریر والتنویر، ج۲۲، ص۲۰۰

(19) محمد علی الصابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۳، ص۱۲

(20) یہ ادات استفہام میں سے ہے، دو چیزوں میں برابری ثابت کرنا استفہام کے ذریعے۔ (اجرائے بلاغت، ص۶۲)

(21) محمد الطاہر ابن عاشور، تفسیر التحریر والتنویر، ج۲۲، ص۲۰۱

(22) وہ طباق جس میں ایجاب و سلب کا اختلاف ہو یعنی ایک معنی مثبت ہو اور ایک معنی منفی ہو۔ (اجرائے بلاغت، ص۲۹۵)

(23) محمد علی الصابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۳، ص۱۲

التباع: اس سے مراد چلنے والے کے پیچھے چلنا ہے۔ پس ذکر کی پیروی کرنا اور جو کچھ اس میں ہے اس پر ایمان لانا ہے اور اس پر غور و فکر کرنا عمل کرنے میں فائدہ دیتا ہے۔ تنذر اور بشرہ کو ایک جگہ جمع کرنا محسن طباق ہے۔ اس بیان کے ساتھ کہ پہلے ڈرانے کا حکم دیا گیا ہے اور پھر اجر کریم کی بشارت دی گئی ہے۔[24]

﴿إِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتَى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَ آثَارَهُمْ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ﴾ (یس۳۶:۱۲)

نَحْنُ نُحْيِ: میں تجنیس ناقص[25] ہے چونکہ بعض حروف میں تبدیلی ہے۔[26]

پس یہ صراحت کے ساتھ قیامت کے ادراک کو ثابت کرتا ہے۔ مردہ کا استعارہ مشرکین کیلئے اور زندگی کا شرک سے بچنے کیلئے اور مردہ کا زندہ ہونا موافق ہے اس شخص کیلئے جو لوگوں سے امن میں آگیا ہو ایمان کی طرف جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿**أفمن كان ميتاً فأحييناه وجعلنا له نوراً يمشى به فى الناس كمن مثله فى الظلمات**﴾ (الأنعام:۱۲۲) اور جو کچھ آگے بھیجا اس کو لکھنا کنایہ ہے اعمال صالحہ پر ثوب کے وعدہ سے اور ان کے اقوال پر ثواب۔[27]

الإحصاء: اس سے مراد شمار کرنا اور حساب کرنا ہے اور یہ احاطہ کرنا اور ضبط کرنا سے کنایہ ہے اور ذکر میں سے کسی چیز کا غائب نہ ہونا۔ اس لیے کہ شمار کرنا اور حساب کرنا حساب میں سے کسی چیز کے فوت نہ ہونے کو لازم کر دیتا ہے۔[28]

﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ﴾ (یس۳۶:۱۳)

اور ضرب مجاز مشہور ہے بنانے اور ڈالنے کے معنی میں۔[29]

﴿قَالُوا مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا وَمَا أَنْزَلَ الرَّحْمَنُ مِنْ شَيْءٍ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَكْذِبُونَ ﴾ (یس۳۶:۱۵)

اور استثناء ﴿ **إن أنتم إلا تكذبون**﴾ استفہام مفرغ ہے حذف شدہ خبروں کے بارے میں پس جملہ ﴿**تكذبون**﴾ ضمیر ﴿**أَنْتُمْ**﴾ کی خبر کی جگہ پر ہے۔[30]

﴿اتَّبِعُوا مَنْ لَا يَسْأَلُكُمْ أَجْرًا وَهُمْ مُهْتَدُونَ﴾ (یس۳۶:۲۱)

---

(24) محمد الطاہر ابن عاشور، تفسیر التحریر والتنویر، ج ۲۲، ص ۲۰۲

(25) وہ جناس غیر تام ہے جس میں دو لفظ عدد حروف میں ایسے مختلف ہوں کہ ایک کلمے کے ایک یا زیادہ حروف دوسرے کلمے سے کم ہوں یا زیادہ ہوں چاہے یہ زیادتی شروع میں ہو یا درمیان یا آخر میں۔ (اجرئے بلاغت، ص ۳۵۰)

(26) محمد علی الصابونی، صفوۃ التفاسیر، ج ۳، ص ۱۲

(27) محمد الطاہر ابن عاشور، تفسیر التحریر والتنویر، ج ۲۲، ص ۲۰۳

(28) حوالہ بالا، ج ۲۲، ص ۲۰۵

(29) حوالہ بالا، ج ۲۲، ص ۲۰۶

(30) حوالہ بالا، ج ۲۲، ص ۲۰۹

اتَّبِعُوا مَنْ لَا يَسْأَلُكُمْ أَجْرًا: میں اطناب[31] ہے اور اطناب فعل کو مکرر لانے کے ساتھ ہے۔[32]

أَأَتَّخِذُ مِنْ دُونِهِ آلِهَةً: میں استفہام برائے توبیخ ہے۔[33]

﴿قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يَا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ﴾(یس٣٦:٢٦)

اس قول میں کلمہ حق کو بلند کرنے والے کو قتل کر کے شہید کرنے سے کنایہ ہے۔[34]

قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ: میں حذف ہے اور عبارت محذوفہ پر سیاق کلام دلالت کرتا ہے۔ یعنی جب اس نے اپنا ایمان ظاہر کیا اور قوم نے اسے قتل کر دیا تو اس سے کہا گیا جنت میں داخل ہو جا۔

تَطَيَّرْنَا بِكُمْ لَئِنْ لَمْ تَنْتَهُوا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ (یس٣٦:١٨)قَالُوا طَائِرُكُمْ اور **أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوا إِنَّا إِلَيْكُمْ مُرْسَلُونَ**: میں تجنیس اشتقاق ہے۔ مختلف آیات کریمات میں رعایت فاصلہ ہے اور یہ خصائص قرآن میں سے ہے۔ اس سے آنکھوں کو فرحت۔ دل کو سکون اور کانوں کو لذت حاصل ہوتی ہے۔[35]

﴿إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ خَامِدُونَ﴾ (یس٣٦:٢٩)

خمود کا مطلب آگ کا بجھنا ہے اور یہ طاقت اور سرکشی سے بھری ہوئی زندگی کے بعد موت کیلئے استعارہ ہے اور کلام مشتمل ہے ان کی زندگی کی حالت کو آگ کے پھیلنے سے اور ان کی موت کو آگ کے بجھنے سے تشبیہ دینے پر۔[36]

﴿أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴾(یس٣٦:٣١)

اور اس میں جو استفہام ہے وہ انکاری ہو سکتا ہے۔ بستیوں کی ہلاکت کے بارے میں ان کی غفلت پر نازل ہوئی ہے۔ ان کا رد کیا گیا ہے اس ہلاکت سے لاعلمی پر کیونکہ قوموں کی ہلاکتوں کا علم مشہور ہے اور یہ استفہام تقریری[37] بھی ہو سکتا ہے۔ اس اقرار کی بنیاد بستیوں کی ہلاکت کے علم کے نفی پر ہے۔ (ان کی معذرت یہاں تک کہ وہ ان سے سن نہ لیں سوائے اقرار کہ وہ جانتے تھے۔)[38]

﴿وَآيَةٌ لَهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ ﴾(یس٣٦:٣٣)

---

(31) وہ طریقہ تعبیر ہے جس میں تاکید و تقویت وغیرہ کے فوائد کیلئے الفاظ کو معنی سے زیادہ لایا جائے۔ (اجرائے بلاغت، ص٢٠٩)

(32) محمد علی الصابونی، صفوۃ التفاسیر، ج٣، ص١٢

(33) ایضًا

(34) محمد الطاہر ابن عاشور، تفسیر التحریر والتنویر، ج٢٢، ص٢١٧

(35) محمد علی الصابونی، صفوۃ التفاسیر، ج٣، ص١٢

(36) محمد الطاہر ابن عاشور، تفسیر التحریر والتنویر، ج٢٢، ص٢١٩

(37) گناہ اور جرم کا اعتراف کروانا۔ (اجرائے بلاغت، ص٦٥)

(38) محمد الطاہر ابن عاشور، تفسیر التحریر والتنویر، ج٢٢، ص٢٢٢

وَآيَةٌ لَهُمُ: میں تنکیر برائے تفخیم و تعظیم ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت پر عظیم الشان نشانی۔

الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ أَحْيَيْنَاهَا: محنت اور زندگی، رات و دن کے درمیان طباق[39] ہے۔[40]

﴿وَ آيَةٌ لَهُمُ اللَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَإِذَا هُمْ مُظْلِمُونَ﴾ (یس٣٦:٣٧)

وَ آيَةٌ لَهُمُ اللَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ: میں دن کی روشنی کو اور رات کی ظلمت کے چھٹ جانے کو بکری کی کھال اتارنے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ السَلخ کا استعارہ ہے اخراج کیلئے اور اس سے مضارع نسلَخُ مشتق ہے جو کہ بمعنی نخرج ہے اور یہ استعارہ تصریحیہ کے طور پر ہے جو کہ بلیغ استعارہ ہے۔ رات اور دن میں صنعت طباق بھی ہے۔[41]

پس دن کو بکری کی کھال سے تشبیہ دی ہے کہ جو اس کے نیچے جو کچھ ہے اس کو ڈھانپ لیتی ہے جیسا کہ چھا جاتا ہے دن، رات کی تاریکی پر صبح میں اور دن کے کھلنے اور اس کے ڈھلنے کو بکری کی کھال اتارنے سے تشبیہ دی ہے۔ پس رات اس جانور کے جسم کی مانند ہو گئی جس کی کھال اتار دی گئی ہو۔[42]

﴿لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ﴾ (یس٣٦:٤٠)

اس آیت میں جملہ ﴿**كل فى فلك**﴾ میں محسن الطرد اور عکس ہے پس اسے آخر سے بھی ایسے پڑھ سکتے ہیں جیسے اسے شروع سے پڑھ سکتے ہیں۔[43]

لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ: میں مسند الیہ کو مقدم کیا گیا ہے تاکہ حکم منفی کو تقویت حاصل ہو۔ یہ ترکیب اس ترکیب سے زیادہ بلیغ ہے **لَا للشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ:** نیز اس طرف بھی اشارہ ہے کہ سورج کو کام میں لگایا گیا ہے وہ اپنی حدود سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ چنانچہ آپ کا قول أنت لا تکذب زیادہ بلیغ ہے بنسبت لا تکذب کے۔ پہلی ترکیب کذب کی نفی میں زیادہ سخت ہے۔ یہ قرآنی اسرار میں سے ایک سر ہے۔

وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ: میں غیر عاقل کو عاقل کی جگہ اتارا گیا ہے۔ چنانچہ سورج چاند ستاروں کیلئے جمع مذکر کی ضمیر لائی گئی ہے، جبکہ تیر نا عقلا کی صفت ہے۔[44]

﴿وَ آيَةٌ لَهُمْ أَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ﴾ (یس٣٦:٤١)

---

(39) کلام میں دو متضاد چیزوں کو اکٹھا کرنا۔ (اجرائے بلاغت، ص ٢٩٣)

(40) محمد علی الصابونی، صفوۃ التفاسیر، ج٣، ص ١٩-٢٠

(41) ایضاً

(42) محمد الطاہر ابن عاشور، تفسیر التحریر والتنویر، ج٢٢، ص ٢٢٩

(43) حوالہ بالا، ج٢٢، ص ٢٣٦

(44) ایضاً

اور سوار کرنے کا اطلاق ڈوبنے سے نجات پر مجاز مرسل ہے علاقہ سببیہ اور مسببیہ کے ساتھ یعنی ہم نے نجات دی ان کی اولاد کو غرق ہونے کشتی میں سوار کروا کر جب طوفان آیا۔[45]

﴿وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِنْ مِثْلِهِ مَا يَرْكَبُونَ﴾ (یس۳۶:۴۲)

جملہ معترضہ ہے آیت بحر کے درمیان۔ اسے ہم ہم مراعاۃ النظیر[46] شمار کرتے ہیں نصیحت کیلئے اونٹوں کی تخلیق کی نعمۃ کے ساتھ سفروں میں۔[47]

﴿وَإِنْ نَشَأْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُونَ﴾(یس۳۶:۴۳)

﴿وإن نشأ نغرقهم﴾ میں مسند فعلی کو مسند الیہ پر مقدم کرنا حکم کی تقویت کے افادہ کیلئے ہے اور وہ نفی ہے اس کے علاوہ کسی کو بچانے سے۔[48]

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنُطْعِمُ مَنْ لَوْ يَشَاءُ اللَّهُ أَطْعَمَهُ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾ (یس ۳۶ :۴۷)

﴿قال الذين كفروا﴾ میں موصول کا اظہار اضمار کے مقام میں ہے مقتضی ظاہر کے ساتھ۔﴿أنُطعِمُ﴾ میں استفہام انکاری ہے۔ اگر اللہ ان کو کھلانا نہ چاہے تو وہ نہیں کھا سکتے۔ ان کے اعتقاد کے مطابق اس لیے اللہ ہی کھلانے والا ہے۔[49]

قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا: **میں طباق ہے جبکہ** أَنُطْعِمُ مَنْ لَوْ يَشَاءُ اللهُ أَطْعَمَهُ: میں استفہام برائے تہکم ہے۔[50]

﴿وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾(یس۳۶:۴۸)

﴿إن كنتم صادقين﴾ پس اس میں استفہام استعمال ہوا ہے کنایہ کے طور پر ان کی تحقیر اور تکذیب کرنے کیلئے۔[51]

حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ: میں تشبیہ مجمل مرسل ہے جبکہ وجہ شبہ تین چیزوں سے مرکب ہے: باریکی، منحنی ہونا اور زردی مائل ہونا۔ وجہ شبہ مذکور نہیں اس لیے یہ تشبیہ مرسل مجمل ہے۔[52]

﴿مَا يَنْظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ﴾(یس۳۶:۴۹)

---

(45) ایضاً

(46) کلام میں دو یا زیادہ چیزوں کو جمع کرنا جن میں تضاد نہ ہو۔ یہ طباق کا برعکس ہے۔(اجرائے بلاغت، ص۲۹۸)

(47) محمد الطاہر ابن عاشور، تفسیر التحریر والتنویر، ج۲۲، ص۲۳۷

(48) حوالہ بالا، ج۲۲، ص۲۳۸

(49) حوالہ بالا، ج۲۲، ص۲۴۱

(50) محمد علی الصابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۳، ص۱۹-۲۰

(51) محمد الطاہر ابن عاشور، تفسیر التحریر والتنویر، ج۲۲، ص۲۴۲

(52) محمد علی الصابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۳، ص۱۹-۲۰

﴿وهم يخصمون﴾ میں مسند الیہ کو مسند فعلی پر مقدم کرنا حکم کی تقویت کے افادہ کیلئے ہے اور وہ یہ چنگھاڑ ان کو پکڑے گی۔[53]

﴿فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَلَا إِلَى أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ﴾(یس۳۶:۵۰)

﴿فلا يستطيعون توصية﴾ زور کی چنگھاڑ اور ان کی ہلاکت کے درمیان تیزی کنایہ ہے۔[54]

توصية: اس کی تنکیر تقلیل کیلئے ہے کہ وقت کی قلت کی وجہ سے وہ سفارش یا معافی کی بھی استطاعت نہ رکھ سکے۔[55]

﴿سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَبٍّ رَحِيمٍ﴾ (یس ۳۶ :۵۸)

اور سلام مبتدا ہے تعظیم کیلئے اور ربٍّ کی تنوین تعظیم کیلئے ہے۔[56]

﴿أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَا بَنِي آدَمَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴾(یس۳۶:۶۰)

اس آیت میں استفہام تقریری ہے۔ان سے بنی آدم کے عنوان سے مخاطب کیا گیا ہے کیونکہ یہ ان کا شیطان کی عبادت کرنے پر سرزنش کرنے کا مقام ہے، تقاضا کرتا ہے ان کو کی جانے والی نصیحت کا کہ وہ اس شخص کے بیٹے ہیں جسے شیطان نے اپناد شمن بنایا تھا۔[57]

﴿وَأَنِ اعْبُدُونِي هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ﴾(یس۳۶:۶۱)

وَأَنِ اعْبُدُونِي: طباق سلب ہے۔پہلا حصہ سلب ہے اور دوسرا ایجاب ہے۔[58]

اس آیت میں صراطٌ کی تنوین تعظیم کیلئے ہے۔[59]

﴿وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيرًا أَفَلَمْ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ﴾(یس۳۶:۶۲)

﴿أفلم تكونوا تعقلون﴾ اس میں استفہام انکاری ہے،ان کے عقل مند ہونے کے عدم کے حوالے سے یعنی وہ ادراک رکھتے تھے۔[60]

﴿هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ﴾(یس۳۶:۶۳)

---

(53) محمد الطاہر ابن عاشور، تفسیر التحریر والتنویر، ج ۲۲، ص ۲۴۳

(54) ایضًا

(55) حوالہ بالا، ج ۲۲، ص ۲۴۴

(56) حوالہ بالا، ج ۲۲، ص ۲۵۱

(57) حوالہ بالا، ج ۲۲، ص ۲۵۳

(58) محمد علی الصابونی، صفوۃ التفاسیر، ج ۳، ص ۲۵۔۲۶

(59) محمد الطاہر ابن عاشور، تفسیر التحریر والتنویر، ج ۲۲، ص ۲۵۴

(60) حوالہ بالا، ج ۲۲، ص ۲۵۵

﴿أفوهھم-أیدیھم-أرجلھم-یکسبون﴾ میں ضمائر غیبیہ پلٹتے ہیں ان لوگوں کی طرف جن کو اس قول :﴿هٰذِهِ جهنم التى كُنتم توعدون﴾ میں مخاطب کیا گیا ہے التفات[61] کی طرز پر[62]

مُضِيًّا وَلَا يَرْجِعُونَ، يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ: میں طباق ہے اور یہ محسنات ہے۔[63]

﴿وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ﴾(یس۳۶:۶۹)

﴿وما ینبغی له﴾ جملہ معترضہ[64] ہے۔[65]

﴿لِيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِينَ﴾(یس۳۶:۷۰)

﴿الحیّ﴾ کا کلمہ مستعار لیا گیا ہے کامل عقل اور صاحب ادراک شخص کیلئے اور یہ تشبیہ بلیغ ہے یعنی وہ شخص جو فہم میں زندہ کی مانند ہے۔[66]

لِيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا: میں حسن مقابلہ ہے۔ مؤمنین و کفار اور انذار و اعذار کے درمیان آیت میں مقابلہ ہے۔[67]

﴿أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ﴾(یس۳۶:۷۱)

مِمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا: میں استعاری تمثیلیہ ہے۔ جو چوپایوں کی تخلیق کی گئی ہے اور وہ کام کرتے ہیں لیکن بالخصوص چوپایوں کی تخلیق و تکوین کو ایسے شخص کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو خود اپنے ہاتھوں سے چیز بنا رہا ہو۔ اور عمل کا لفظ تخلیق کیلئے استعارہ ہے جو کہ بطور استعارہ تمثیلیہ کے ہے۔[68]

وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ: یہ عام ہے اور اس کے بعد فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ: یہ خاص ہے۔ اسے اصطلاح میں ذکر العام بعد الخاص کہا جاتا ہے اور اس کا فائدہ تفخیم نعمت اور تعظیم احسان ہے۔[69]

﴿وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ أَفَلَا يَشْكُرُونَ﴾ (یس۳۶:۷۳)

---

(61) کلام کو تکلم، خطاب اور غیبوبیت میں سے کسی ایک اُسلوب سے دوسرے اُسلوب کی طرف پھیرنا تاکہ سامع میں نشاط پیدا ہو۔(اجرائے بلاغت، ص ۳۳۳)

(62) محمد الطاہر ابن عاشور، تفسیر التحریر والتنویر، ج ۲۲، ص ۲۵۶

(63) محمد علی الصابونی، صفوۃ التفاسیر، ج ۳، ص ۲۵-۲۶

(64) کلام کے درمیان ایسا جملہ جس کا ترکیب سے کوئی تعلق نہ ہو۔

(65) محمد الطاہر ابن عاشور، تفسیر التحریر والتنویر، ج ۲۲، ص ۲۶۷

(66) حوالہ بالا، ج ۲۲، ص ۲۷۰

(67) محمد علی الصابونی، صفوۃ التفاسیر، ج ۳، ص ۲۵-۲۶

(68) ایضًا

(69) ایضًا

﴿أفلا يشكرون﴾ ان بے شمار نعمتوں کیلئے شکر کی تکرار کو ترک کرنے پر ایک حیران کن سوال ہے، پس اسی لیے یہ مضارع کے ساتھ آیا ہے جو کہ تجدید اور تسلسل کا فائدہ دیتا ہے، اس لیے کہ یہ نعمتیں ہر حال میں جاری رہنے والی ہیں۔(70)

﴿وَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لَعَلَّهُمْ يُنْصَرُونَ﴾ (یس ۳۶:۷۴)

اسم جلالہ کا آنا اسم علم ہے۔ ضمیر دون الاظہار فی مقام الاضمار۔ اس لیے کہ وہ اس کے اسم علم کے ذریعے عظمت الہیہ کا شعور حاصل کر لیں اور اس چیز کی طرف اشارہ ہے کہ ان کا اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو معبود بنانا بہت بڑی جرأت ہے۔(71)

وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُحْضَرُونَ: میں تشبیہ بلیغ ہے یعنی کفار خدمت و دفاع میں لشکر کی مانند ہوں گے۔ حرف تشبیہ اور وجہ تشبیہ کو حذف کر دیا گیا ہے یوں یہ تشبیہ بلیغ ہوئی۔(72)

﴿أَوَلَمْ يَرَ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُبِينٌ﴾ (یس ۳۶:۷۷)

خصیمٌ فعیلٌ کے وزن پر مبالغہ ہے یعنی شدید جھگڑالو ہے۔(73)

﴿وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَنْ يُحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ﴾ (یس ۳۶:۷۸)

﴿من يحى العظام﴾ اس میں استفہام انکاری ہے۔ ﴿ونَسِىَ خلقه﴾ یہ مستعار ہے اپنی اصل سے لاعلمی کیلئے یعنی عدم رہنمائی ان کی تخلیق اول کی طرف سے یعنی ان کا بھول جانا کہ ہم نے ان کو نطفے سے پیدا کیا ہے۔(74)

﴿أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَادِرٍ عَلَى أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلَى وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ﴾ (یس ۳۶:۸۱)

﴿وهو الخلاق العليم﴾ اس کلام کے آخر میں جملہ معترضہ ہے۔(75)

﴿فَسُبْحَانَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ (یس ۳۶:۸۳)

الملکوت ملک سے مبالغہ ہے۔ الیہ کا مقدم کرنا ترجعون ہے رعایت فاصلہ کے اہتمام کیلئے ہے۔(76)

---

(70) محمد الطاہر ابن عاشور، تفسیر التحریر والتنویر، ج ۲۲، ص ۲۷۳
(71) حوالہ بالا، ج ۲۲، ص ۲۷۴
(72) محمد علی الصابونی، صفوۃ التفاسیر، ج ۳، ص ۲۵۔۲۶
(73) محمد الطاہر ابن عاشور، تفسیر التحریر والتنویر، ج ۲۲، ص ۲۷۷
(74) حوالہ بالا، ج ۲۲، ص ۲۷۸
(75) حوالہ بالا، ج ۲۲، ص ۲۸۱
(76) حوالہ بالا، ج ۲۲، ص ۲۸۲

خلاصۂ بحث:

قرآن کریم کی وجوہِ اعجاز میں سے ایک اہم وجہ قرآن کا فصاحت وبلاغت سے بھرپور انداز ہے۔ عربی مبین میں منزل من اللہ یہ کلام فصاحت وبلاغت کا ایسا حسین مرقع ہے جو قیامت کی صبح تک انسانیت کے لیے زبان وبیان کی تمام رعنائیوں کے ساتھ عمل کی راہیں کھولتا رہے گا۔ کیوں کہ یہ کتاب، کتابِ ہدایت ہے، انسانیت کے لیے عملی نمونہ ہے، اس لیے اس کی زبان کو ایسا بنایا گیا ہے کہ اس کے الفاظ صاف ہوں، ظاہر ہوں، سنتے ہی فورًا سمجھ میں آجائیں، الفاظ ایسے ہیں کہ جو اہل زبان کے مابین بہ کثرت استعمال ہوتے ہیں، نہ ان میں لفظی پیچیدگی ہے نہ معنوی، نیز اس کے معانی مقتضائے حال کے مطابق بھی ہیں کہ جو دل ودماغ پر اچھا اثر چھوڑتے ہیں۔ اس لیے مفسرین نے کلامِ الٰہی کے مطالب تک تشنگانِ علوم اسلامیہ کی رسائی کے لیے فصاحت وبلاغت کے اس اعجاز کو بھی مد نظر رکھا، یوں تو ہر زمانے میں ہی مفسرین نے تفاسیر میں اس پہلو پہ کام کیا، قریب زمانے میں قرآن حکیم کی دو عربی تفاسیر "التحریر والتنویر" اور "صفوۃ التفاسیر" میں اس پہلو پہ کس انداز میں کام کیا گیا، اس کا نمونہ زیر نظر مقالے میں پیش کیا گیا۔ یہاں یہ واضح رہے کہ صفوۃ التفاسیر جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، ایک مختصر تفسیر ہے، لیکن فاضل مفسرؒ نے تفسیری نکات کی ضرورت کے پیش نظر اس پہلو کو تشنہ نہیں چھوڑا۔ جب کہ التحریر والتنویر نسبتًا ایک مفصل تفسیر ہے اور مفسر علام بلاغی وجوہ کے بیان کے ساتھ تفسیر کو خوب مزین کرتے ہیں۔ کیوں کہ آیات قرآنی کی تفسیر کرتے ہوئے اگر بلاغی امور کو بھی مد نظر رکھا جائے تو مراد الٰہی کے اصل تک پہنچنا نہایت آسان ہو جاتا ہے چنانچہ ہر دو مفسرین نے اپنی ان تفاسیر میں ان بلاغی مباحث کا خاص طور پر ذکر کر کے فہم قرآن کو ہمارے لیے آسان بنا دیا ہے۔